AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 2, Issue 2, Dec.2018, PP:31-50
E-ISSN 2616-8588 ; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk
Print & Online:22nd Dec., 2018, Reprint:31st March, 2019

Scan for Download

اسلامی فلاحی ریاست اور کفالت عامہ کا تصور- پاکستان کے تناظر میں

The Concept of Islamic Welfare State & Social Responsibilities: In Perspective of Pakistan

Dr. Naseem Mahmood
Assistant Professor
Institute of Arabic and Islamic Studies
Govt. College Women University, Sialkot
Email:nasimskt@gmail.com

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor
Department of Islamic Learning
University of Karachi, Karachi

ABSTRACT

Islām is a religion of nature and leaves the teachings for human beings which promote welfare and care taking attitude in the natives of Islamic state. The people having authority in the state are stressed to provide the basic needs to every citizen of the state at his doorstep not on his demand. Head of the state is bound to look after the public of the state. If the people are free from the worries of their livelihood then the leader must not feel the fear of his enemies. This paper is a thorough study of the Islamic concept of welfare state and its role in the development, progress and uplift of the nation, state and its moral values. Some aspects will be discussed in its possible practical applications and current Pakistani scenario to analyze the reasons of decline of Pakistanis as well as of the Muslim world.

Keywords:*Islām, Welfare State, Nation, Muslim World, Pakistan.*

اسلام ایک آفاقی دین ہے اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے راہنمائی کا سامان فراہم کرنے والا مذہب ہے۔اس کی تعلیمات کرۂ ارضی پر بسنے والے ہر انسان کے لیے ہدایت کا سامان ہیں۔ان تعلیمات کا ایک پہلو انسانیت کی فلاح کا تصور ہے جس سے ریاستوں کی مضبوطی اور

CC BY

ترقی وابستہ ہے۔اگر کسی ریاست کے باشندے خوشحال ہونگے تو مذہبی تعلیمات پر عمل کی طرف توجہ بھی ہوگی اور اگر عوام فکرِ معاش سے ہی باہر نہیں نکلے گی تو تعلیماتِ مذہب پر عمل کا رجحان کم ہو جائے گا اور لوگ پیٹ کی آگ بجھانے اور بنیادی ضروریات کے پورا کرنے کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اہل ایمان، حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ [1]

وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انھیں) برائی سے۔

اس آیتِ مقدسہ پر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان حکمرانوں پر لازم کیا ہے کہ اس زمین پر حکومت ملنے کی صورت میں عبادات کا نظام، ضروریات زندگی کے سامان کی فراہمی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تبلیغِ دین کا سامان پورا کریں اور یہ تینوں اور اس انداز سے بیان فرمائے کہ ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ فرمادیا۔لہٰذا عبادات کے لیے ضروریات زندگی کی فراہمی لازم ہوئی اور ضروریات زندگی کی فراہمی کے بعد نیکی کی طرف رجحان اور برائی سے نفرت ایک بنیادی فرض ہوا کیونکہ ضروریات زندگی کی دستیابی انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا تقاضا کرتی ہے، نہ کہ شیطان کا ساتھی بننے کا اور انسان اگر زندگی کی ضروریات کے لیے ترس رہا ہو تو پھر بسا اوقات نیکی اور برائی کی تمیز بھی اس کے نزدیک ختم ہو جاتی ہے یہی وجہ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ روس کی بعض ریاستوں میں صرف سامانِ خوراک حاصل کر کے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے عورتوں نے اپنی عزت بھی داؤ پر لگانا شروع کر دی تھی۔ان حالات کے پیشِ نظر واضح ہوتا ہے کہ یہ سارا انتظام ان افراد کی ذمہ داری ہوئی جن کے پاس انتظامِ مملکت اور زمامِ اقتدار ہے۔لہٰذا ریاست کی خوشحالی اور غرباء کی کفالت ان کی ذمہ داری ہوئی اور اُمور مملکت میں سب سے اہم معاملہ باشندگانِ ریاست کو ان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ہے۔جو فقہِ اسلامی کی اصطلاح میں کفالتِ عامہ کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔گویا مملکتِ اسلامیہ کی تمام عوام کو ضروریات کا سامان فراہم کرنا اور ان کی زندگی کی خوشحالی کو یقینی بنانا ریاست کی ذمہ داری ہوئی اور اہل بسط وکشاد پر لازم ہوا کہ وہ ان امور کی طرف توجہ دیں۔

کفالتِ عامہ پر تفصیلی غور سے پہلے اس اصطلاح کی وضاحت ضروری ہے چنانچہ عمومی طور پر کفالت عامہ سے مراد ''دارالاسلام اور اسلامی ریاست کی حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا اہتمام ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ اہتمام اس درجہ تک ہونا چاہیئے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔''[2] مگر اہلِ لغت اور فقہاء کی نظر میں اس اصطلاح کے الگ معانی ہیں۔

کفالت کا لغوی مفہوم:

اہلِ لغت الكفالة کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس کا معنٰی ذمہ داری، ضمانت یا بار اٹھانا ہے۔اسی سے الكفيل کا لفظ نکلا ہے جس کا معنٰی ضامن کے ہیں۔لغت عرب میں کہا جاتا ہے: كفل عنه بالمال لغريمة (اس نے اس کے قرض خواہ کو مالی ضمانت دی) اسی سے الكافل ہے جس کا مطلب ہے الذى يكفل انسانا يعوله (وہ شخص جو کسی انسان کی کفالت کرتا ہو) یعنی اس کو بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم کرتا ہو۔اسی مفہوم کو آیت قرآنی ''وكفلها زكريا'' میں بیان کیا گیا ہے یعنی زکریا علیہ السلام نے مریم علیھا السلام کی ضروریات زندگی کی فراہمی کی ذمہ داری لی۔[3]

اس اعتبار سے کفالت کا لغوی معنٰی کسی ذمہ داری کو قبول کرنا اور اپنے سر لینا ہے۔آج عرب ممالک میں کفالت کا معاملہ اسی مفہوم میں چل رہا ہے

کہ باہر سے آنے والے شخص کی کوئی مقامی آدمی ذمہ داری لیتاہے اور حکومت اس ضمانت کو قبول کرتے ہوئے کسی دوسرے ملک کے باشندے کو اپنے ملک میں آکر کام کرنے کی اجازت دے دیتی ہے اور وہ باہر سے آنیوالا فرداس ذمہ داری کو قبول کرنے کے صلہ میں کفیل کو معاہدہ کے مطابق طے شدہ رقم ادا کرتا ہے۔

کفالت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی اعتبار سے کفالت کا معنی ہے: ''ضم ذمة الكفيل الى ذمة الاصيل فى المطالبة''[4] ''مطالبہ کے اعتبار سے اصل ذمہ دار کی ذمہ داری کے ساتھ کفیل کی ذمہ داری کو ملادینا''اور یہ چیز روزمرہ کے معاملات میں واضح نظر آتی ہے کہ تنازعہ کو ختم کرنے کی خاطر ایک شخص دوسرے کی ذمہ داری اپنے سر لیتاہے اور کوتاہی کی صورت میں خود کو اس اصل آدمی کی جگہ جوابدہی کے لیے پیش کر دیتاہے۔اس تعریف کو اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ معاشی اعتبار سے کسی کی کفالت کرنے والا اس کی تمام تر ضروریاتِ زندگی کا خود کو ذمہ دار قرار دیتاہے۔انتظامی طور پر کفالت عامہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے اور اخلاقی طور پر معاشرے کا ہر فرد ایک دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنے اور سامانِ زندگی فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔اسی لیے تو آپ ﷺ کا فرمان ہمارے سامنے واضح طرزِ حیات کا تعین کرتا ہے کہ "ليس بالمؤمن الذى يبيت شبعانا وجاره جائع الى جنبه"[5]''جس نے رات پیٹ بھر کر گذاری اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہا تو وہ شخص مومن نہیں ہے۔''اس فرمان رسالت مآب ﷺ کے مطابق ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفیل ہے تبھی تو آپ ﷺ نے واضح طور پر امت مسلمہ کو ایک جسم قرار دیتے ہوئے فرمایا:"مثل المؤمنين كجسد واحد اذااشتكى عضو منه تداعىٰ له بالسهر والحمىٰ"[6] ''مومنوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں مبتلاء ہو جاتاہے۔''لہٰذا اسلامی ریاست کی حکومت ہی نہیں بلکہ ہر فرد کو اس ذمہ داری کا احساس کرنا ہو گا کہ ریاست کی فلاح اور ترقی اس کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسروں کی طرف انگلی اٹھانے کے بجائے جب ہر فردِ معاشرے میں ایک دوسرے کا خیال کرنے لگے گا تو معاشرے کا کوئی فرد نہ تو وسائلِ حیات کی فراہمی سے محروم رہے گا اور نہ ہی اس کے دل میں بے سہارا ہونے کا احساس پیدا ہو گا۔اسے نہ صرف معاشرتی سکون میسر ہو گا بلکہ جرائم کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ ترقی کی راہ پہ گامزن ہو گا اور ریاست حقیقی معنوں میں فلاحی ریاست بنے گی۔پھر یہ کفالت دو طرح کی نظر آتی ہے جن میں ایک کفالت خاصہ ہے اور دوسری کفالت عامہ ہے۔کفالت خاصہ میں خاص افراد مخصوص قسم کی ذمہ داریوں کے ساتھ مختص ہے جبکہ کفالتِ عامہ حکمران کے ساتھ مختص ہے اور اس میں رعایا سے متعلق تمام ذمہ داریاں شامل ہیں۔

کفالت کے مفہوم اور اس کی ضرورت واہمیت کی وضاحت کے بعد غور طلب بات یہ ہے کہ وہ کون سی ضروریات ہیں جن کی ہر فرد کو فراہمی پر وہ ریاست فلاحی ریاست بنتی ہے اور اسلام اس بارے میں کیا کہتاہے اور ملک پاکستان کی قانونی اور عملی حالت کیا ہے؟ یہ وہ تمام غور طلب معاملات ہیں جو اس مقالہ کا موضوعِ بحث ہوں گے تاکہ اس ملک پاکستان کو حقیقی طور پر اسلامی فلاحی بنانے کا لائحۂ عمل پیش کیا جاسکے۔

کفالتِ عامہ میں شامل ضروریات

اسلامی نظریہ کے مطابق درج ذیل ضروریاتِ زندگی کی ہر فرد کو فراہمی حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے:

ا. بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی

۲. تعلیم وصحت کی سہولت کی فراہمی

۳. نادار و معذور افراد کی کفالت

۴. لاوارث افراد کی کفالت

۵. ہنگامی حالات میں کفالت

٦. بے روزگاروں کے حق معاش کی کفالت۔

ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب اگر قرآن پاک کا مطالعہ کریں تو ایک واضح حکم ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ :

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۔قُلِ الْعَفْوَ[7]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ تو فرما دیجئے کہ جو کچھ ضرورت سے زائد ہے۔

اب ایک انسان کے پاس ضرورت سے زائد سامانِ زندگی موجود ہو اور دوسرا انسان اس کے لیے ترس رہا ہو تو اس کی عبادت وریاضت کی عند اللہ کوئی وقعت نہ ہوگی۔تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ . ٱلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ . ٱلَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ . وَيَمْنَعُونَ ٱلْمَاعُونَ[8]

پس بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو کہ دکھلاوا کرتے ہیں اور روزمرہ استعمال کی چیزوں سے منع کرتے ہیں۔

یہ آیت انسانیت کے ضمیر کو بالعموم اور مسلمان کے ضمیر کو بالخصوص جھنجھوڑ رہی ہے کہ اگر معاشرے کے افراد غربت کی چکی میں پس رہے ہوں اور ضروریات زندگی کی فراہمی کو ترس رہے ہوں تو ضرورت سے زائد وسائل گھر میں سنبھال کر رکھنے والا نمازوں میں مصروف اور اپنے گھر میں موجود اشیائے صَرف مانگنے پر بھی کسی کو دینے کے لیے تیار نہ ہو تو قرآنی فیصلہ یہی ہے کہ اس کی نمازوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں بلکہ یہ نمازیں صرف دکھاوا ہیں، ان کا نہ روحانی اعتبار سے کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی اخروی اجر وثواب کے اعتبار سے کوئی فائدہ ہے۔ذیل میں ان بنیادی ضرورتوں پر تفصیلاً غور کیا جائے گا۔

ا۔بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی

ایک فلاحی ریاست میں ہر فرد کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ارد گرد خیال رکھے کہ کیا اس کو وہ وسائل میسر ہیں؟ کہ جن پر اس کی زندگی کا انحصار ہے اور خاص طور اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ کیا معاشرے کے ہر فرد کو روٹی کپڑا اور مکان کی سہولت میسر ہے کہ نہیں اور اگر جواب (نہ) میں ملتا ہے تو پھر ان وسائل کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

قرآن پاک اس حوالے سے مومنین کا وصف یوں بیان کرتا ہے :

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا[9]

اور وہ اس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کی مخلوق کی ضروریات میں خاص کر کھانے کا خیال رکھا ہے اور فرمان رسول ﷺ کے مطابق یہ ایک حقیقت ہے کہ :

من کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته[10]

جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت براری کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے خیال رکھنے کو محبوب رکھتا ہے۔اب اللہ کی محبت اور اس کا قرب پانے کا ایک ہی طریقہ ہوا کہ اس کی مخلوق کی خدمت شروع کردی جائے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔اسی میں انسان کی بھلائی ہے اور یہی اصل بندگی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو آج کے دور میں جرائم کی شرح کا بڑھ جانا اور لوگوں کا اس حد تک پہنچ جانا کہ جرائم کے ارتکاب کے لیے علماء سے استفتاء کیا جارہا ہے کہ ہماری اس مجبوری کی حالت میں چوری یا ڈاکہ کی اجازت کا کوئی راستہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کے سانسوں کا تسلسل جاری رکھ سکیں۔یہ حالات یقیناً کسی کی ناانصافی کا شاخسانہ ہیں کیونکہ حاکمِ وقت کی بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ عامۃ الناس کی بنیادی ضروریات کا پورا کرنا یقینی بنایا جائے۔اسی لیے سیدنا عمرؓ ہمیں یہ فرماتے نظر آتے ہیں کہ:

انی حریص علی ان لا أدع حاجة الا سددتها[11]

میں چاہتا ہوں کہ (رعایا کی) کوئی حاجت پوری کیے بغیر نہ چھوڑوں۔

اور یہ تبھی ممکن ہوگا جب حاکم وقت خود کوشش کرے حاجت مندوں کا پتہ چلا کر ان کی حاجتوں کو پورا کرنے کا سامان کرے۔ تبھی تو حضرت عمر پوری مملکت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے اسلامی حکومت کو بھوکے کو روٹی کھلانے، رہائش سے محروم کو مکان اور برہنہ تن کو لباس فراہم کرنے اور افراد معاشرہ کی تمام تر ضروریات کا خیال رکھنے کا درس دیتے ہیں۔اس ذیل میں حضرت عمرؓ اپنی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لوماتت شاةعلیٰ شاطئ الفرات دائعة لظننت ان الله سائلی عنها یوم القیمة"[12]

اگر دریائے نیل کے کنارے کوئی بکری بھی بھوک سے مر جائے تو روزِ محشر مجھے اس کا جواب دینا ہوگا۔

چنانچہ حکمران کو ہر وقت اپنے محاسبہ کے لیے تیار رہنا چاہیے کیونکہ اگر وہ خود کو محاسبہ کے لیے تیار رکھے گا تو کسی بھی قسم کی بدعنوانی اور ظلم سے بچا رہے گا۔اسی مقصد کے پیش نظر حضرت عمر کا یہ اعلان عام تھا:

"ومن اراد ان یسال عن المال فلیاتنی فان الله جعلنی خازنا وقاسما"[13]

اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے (اپنے مال کا) خزانچی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

حضرت عمر کا یہ فرمان اس لیے تھا کہ بارگاہ نبوت سے ان کی پرورش ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے ہر انسان کا اصل حق ان الفاظ میں واضح فرمایا جس کی روایت حضرت عثمان بن عفانؓ سے ہے کہ:

ان النبی ﷺقال لیس لابن اٰدم حق سوٰی هذه الخصال بیته لیسکنه وثوب یواری عورته وجاف الخبز والماء[14]

ابن آدم کا ان تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز پر حق نہیں، ایک گھر جس میں وہ رہتا ہے، ایک کپڑا جس سے وہ شرمگاہ کو چھپاتا ہے اور خشک روٹی کا ٹکرا اور پانی۔

ان بنیادی ضروریات کے پورا ہونے پر انسان کو ذہنی سکون ملتاہے اور یہی بعض حضرات کی خام خیالی ہے کہ عورت کی وجہ سے افلاس کا سامنا کرنا پڑے گا یا یہ کمائی نہیں کرسکے گی لہٰذا تنگ دستی کا شکار رہے گی۔اس لیے بچپن میں ہی اس کو زندہ در گور کر دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہم کی تردید فرمائی اور فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا[15]

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی بے شک ان کا قتل بہت بڑی غلطی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭنَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ[16]

اپنی اولاد کو بھوک کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

فرمانِ باری سے واضح ہوا کہ رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لی ہے اور مخلوق کی آزمائش اصل مقصود ہے، جو اس آزمائش پر پورا اترے گا اور اس کی مخلوق کا خیال رکھے کا اللہ تعالیٰ کا اس کو قرب بھی نصیب ہوگا اور اس کے رزق میں بھی برکت آجائے گی مگر ضرورت مندوں کی اس حاجت سے صرفِ نظر کرنے والا معاشرہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کبھی بھی محبوب نہیں بن سکتا بلکہ اس نظرِ رحمت سے محرومی اس کا مقدر بن جائے گا۔اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان ہے:

ايما اهل عرصة اصبح فيهم امرؤ جائع فقد برئت منهم ذمة الله تعالى[17]

جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے اللہ کی حفاظت اور نگرانی کا وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔

لباس کی فراہمی

اس کے بعد لباس کا معاملہ ہے جو ہر انسان کی لازمی ضرورت ہے اور فطرتی تقاضا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں:

يا بنى آدم قدانزلنا عليكم لباسا يوارى سوءتكم وريشا[18]

اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا تا کہ تم اپنی شرمگاہوں کو چھپاؤ اور زینت حاصل کرو۔

اگر تنقیدی لحاظ سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے لباس، خوراک کے بعد انسان کی اولین ضرورت ہے اور اس کا پورا کرنا ہر انسان کی خواہش ہے بلکہ فطرت کے اصولوں کے مطابق چلنے کی خواہش رکھنے والا شاید موت کو ترجیح دے دے مگر کسی کے سامنے بے پردہ ہونا گوارہ نہ کرے۔لہٰذا حاکمِ وقت کی یہ اولین ترجیح ہونی چاہئے کہ وہ ریاست کے باشندوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے کا اہتمام کرے۔

رہائش کی فراہمی

خوراک اور لباس کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کے بعد اگلا مرحلہ انسانی ضرورتوں میں سے انسان کی رہائش کا مسئلہ ہے جو کہ انسانی زندگی کی بقاء کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور ایک فلاحی ریاست کا لازمی جزو بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نعمت کے طور پر یوں بیان فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُم[19]

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے گھروں کو (مستقل) سکونت کی جگہ بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں کی کھالوں سے (عارضی) گھر (خیمے) بنائے جنہیں تم اپنے سفر کے وقت اور ٹھہرنے کے وقت ہلکا پھلکا پاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر حقِ رہائش سے محروم کر دینے کو کفار کا طریقہ کار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ[20]

وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اس بناء پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر بیوی کے لیے شوہر پر اس کے نان ونفقہ اور رہائش کی فراہمی کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ [21]

جہاں تم رہو ان کو بھی وہیں اپنی بساط کے مطابق ٹھہراؤ۔

اسی طرح طلاق کی صورت میں اسلام نے طلاق دینے والے شوہر پر دورانِ عدت میں مطلقہ کو رہائش کی فراہمی لازم قرار دیا ہے، اس حوالے سے امام ابن حزم لکھتے ہیں:

فیقام لهم بما یاکلون من القوت الذی لا بد منه ومن اللباس للشتاء والصیف بمثل ذلک وبمسکن یکنهم من المطر والصیف والشمس وعیون المارة[22]

ان کی ضروریات زندگی کی بقاء کے لیے ضروری کھانا، سردیوں و گرمیوں کا لباس اور ایک ایسا گھر جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور گذرنے والوں نظروں سے محفوظ رکھے۔

۲۔ تعلیم وصحت کی سہولت کی فراہمی

اسلام نے تعلیم وتربیت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں بہت سے احکام یا تو تعلیم وتربیت سے متعلق ہیں یا پھر ان کا تعلق صحت سے بنتا ہے۔ ذیل میں فلاحی ریاست میں ان دونوں عوامل کے کردار پر غور کیا جائے گا۔

حق تعلیم

تعلیم کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے ایک بنیادی عنصر ہے اور اس کے بغیر نہ تو کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی حالاتِ زمانہ کا سامنا کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور اسلام کا انسانیت کے نام پہلا پیغام ہی تعلیم وتعلم کا ہے اور آپ ﷺ کے ذریعے انسانیت کو واضح طور پر سمجھا دیا کہ اصل طاقت علم ہے۔ اسی لیے قرآن کی پہلی وحی ان الفاظ میں آئی:

اقرا باسم ربک الذی خلق[23]

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کو اس دعا کی تلقین فرمائی:

قل رب زدنی علما[24]

آپ کہہ دیجئے اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

رسول اللہﷺ نے طلبِ علم کو ہر مرد و عورت پر فرض قرار دیا اور فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة[25]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

انہیں علمی ترجیحات کو سامنے رکھتے ہوئے آپﷺ نے مسجدِ نبوی میں اصحابِ صفہ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا۔اسی طرح اسیر انِ بدر میں سے ہر ایک سے دس ناخواندہ افراد کو علم سکھانے کو شرط قرار دیا گیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ سربراہِ مملکت کی حیثیت سے آپﷺ کا یہ فیصلہ اس لیے تھا کہ عوام الناس کو علم سے روشناس کر کے تعمیرِ ملت کے شعور سے مزین کیا جائے۔اسی حق تعلیم کی فراہمی میں سربراہِ ریاست کے کردار کے بارے میں شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

"خلیفہ پر واجب ہے کہ جس قدر ہو سکے علوم دینیہ کو قائم رکھے اور ہر شہر میں مدرسین کو مقرر کرے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں مقرر کیا اور معقل بن یسارؓ اور عبداللہ بن معقلؓ کو تعلیم و تدریس کے لیے بصرہ بھیجا۔"[26]

ان تمام اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اگر ملکِ پاکستان کے قانون کو دیکھا جائے تو اس مملکتِ خداداد کا آئین واضح کرتا ہے کہ پانچ سے سولہ سال تک کے بچوں کو فری اور لازمی تعلیم دی جائے اس کی وضاحت آئین پاکستان کے درج ذیل الفاظ سے ملتی ہے:

"The state shall provide free and compulsory education to all children of the age of five to sixteen years as such manner as may be determined by law."[27]

ریاست پانچ سال سے سولہ سال کے تمام بچوں کو قانونی طور پر طے شدہ طریق کار کے مطابق فری اور لازمی تعلیم مہیا کرے گی۔

اگر بنظرِ عمیق اس قانون کا جائزہ لیا جائے تو وہاں صرف تعلیم ہی بات نہیں ہوئی بلکہ اس تعلیم کے نصاب اور اس کے نتائج کو بھی مقصد قرار دیتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ:

(i) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah.

(ii) The state endeavor as respects the Muslim of Pakistan.

(a) To make the teaching of Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran.

(b) To promote unity and the observance of the Islamic moral standards.[28]

(ا) پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلام کے بنیادی اصولوں اور اساسی تصورات کے مطابق مرتب کرنے کے قابل بنانے کے لیے اور انہیں ایسی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے جن کی مدد سے وہ قرآن پاک اور سنت کے مطابق زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں۔

(۲) پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں مملکت مندرجہ ذیل امور کے لیے کوشش کرے گی۔

(اے) قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، عربی زبان سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس کے لیے سہولت بہم پہنچانا اور قرآن پاک کی صحیح اور من وعن طباعت اور اشاعت کا اہتمام کرنا:

(ب) اتحاد اور اسلامی اخلاقی معیاروں کی پابندی کو فروغ دینا۔

آئین پاکستان کی یہ واضح ہدایات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پاکستان کا قانون نہ صرف تعلیم کے فروغ کو یقینی بناتا ہے بلکہ اس تعلیم میں اسلامی تعلیمات کو ایک لازمی عنصر کے طور پر اس انداز سے شامل کرتا ہے کہ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت کو سنوارا جا سکے۔اس سے نہ صرف شعور کو فروغ ملے گا بلکہ اس رفاہی عمل سے ملک ترقی کی راہ پر بھی گامزن ہو گا اور لوگوں کے اندر احساس محبت بھی اجاگر ہو جائے گا جس سے ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

حق صحت

تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ ایک فلاحی ریاست کے لیے صحت اور علاج معالجہ کی سہولیات کی فراہمی نہایت ضروری امر ہے۔اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اس حوالے سے لوگوں میں آگاہی پیدا کرے اور ایسے اسباب اپنائے جائیں جن سے لوگوں کی صحت محفوظ ہو۔سیدنا عمرؓ سے مدینہ کے قریب ایک ''حضوہ'' نامی جگہ پر لوگوں نے وَبا پھوٹنے کی شکایت کی، تو آپ نے وہاں کے لوگوں کو وہ وَبازدہ علاقہ چھوڑنے کا کہا تو انہوں نے اپنے اونٹوں کی خوراک وچارہ اور اپنے وطن وعلاقہ کی محبت کے جذبہ کی بناء پر معذوری کا اظہار کیا۔اس پر آپ نے حارث بن کلدہ سے اس علاقے کے حالات معلوم کیے تو انہوں نے بتایا کہ یہ وبازدہ علاقہ گھنے درختوں والی اور مچھر والی سرزمین ہے جو کہ وبا کا گھونسلہ ہے اس لیے وہاں کے لوگوں کو عمدہ آب وہوا والی قریبی کسی اونچی جگہ پر جا کر آباد ہو جانا چاہئے اور وہ پیاز اور کراث (ایک خاص قسم کی ترکاری) کھائیں، صبح کے وقت خالص دیسی گھی استعمال کریں، شام کے وقت اچھا صاف ستھرا کھانا کھائیں، ننگے پاؤں نہ چلیں، دن کے وقت نہ سوئیں۔ایسا کرنے سے امید ہے یہ لوگ وبا سے محفوظ رہیں گے۔تو حضرت عمرؓ نے مذکورہ تجاویز وہدایات پر عمل کرنے کا حکم فرمادیا۔[29]

یہ وہ اقدامات ہیں جو کہ ایک فلاحی ریاست کے لیے ضروری ہیں۔ادھر ملکِ پاکستان کی صورتِ حال کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو قانونی طور پر ہر شہری فری علاج معالجہ کی سہولت کا حق دار ہے چنانچہ پاکستانی قانون کے مطابق ہر شہری کو میڈیکل کی سہولت سے استفادہ کا حق یوں بیان کیا گیا ہے:

"(d) Provide basic necessities of life, such as food, clothing, housing, education and medical relief, for all such citizens."[30]

ریاست تمام شہریوں کو خوراک، کپڑے، رہائش، تعلیم اور صحت کی سہولت بہم پہنچائے گی۔

اسی طرح دماغی امراض کی روک تھام کے لیے قانون یوں واضح کرتا ہے کہ:

"The authority established under sub-section (1) shall carry out the following functions:

(a) Advise the Government on all matters relating to promotion of mental health and prevention of mental disorder.

(b) Develop and establish new national standards for care and treatment of patients."[31]

ذیلی دفعہ (۱) کے تحت قائم کی گئی اتھارٹی درج ذیل امور سرانجام دے گی:

(الف) گورنمنٹ کو دماغی صحت کے فروغ اور دماغی بیماریوں کی روک تھام کے لیے تجاویز فراہم کرے گی۔

(ب) دماغی مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کے لیے نئے قومی معیارات قائم کرے گی اور ان کو فروغ دے گی۔

اس اعتبار سے پتہ چلتا ہے کہ قانون تو تمام افراد کو بنیادی صحت کی سہولت فراہم کرتا ہے مگر عملی طور پر یہ سہولت ملک پاکستان میں چند علاقوں تک محدود ہے اس میں مزید کام کی اشد ضرورت ہے بالخصوص تھل اور تھر اور بلوچستان کے وہ علاقے جہاں لوگ ان بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں وہاں ان کی فراہمی وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ ان قیمتی جانوں کو لقمۂ اجل بننے سے بچایا جاسکے۔

۳۔ نادار و معذور افراد کی کفالت

اسلام اپنے تمام تر خصائص میں ایک خاصیت یہ رکھتا ہے کہ یہ غریب پروری پر مشتمل تعلیمات کا دین ہے اور اس مقصد کے پیشِ نظر شریعت نے مختلف حالات اور مختلف مواقع پر صدقہ و خیرات اور کفارات والا معاملہ رکھا اور ویسے بھی باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لیے ایک دوسرے کا دست و بازو بن کر تعاون باہمی کا حکم دیا اور فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى[32]

اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

اسی قبیل میں اگر متقین کی علامات دیکھی جائیں تو

وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ[33]

اور جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔

کے الفاظ واضح کرتے ہیں غریب پروری تقوٰی کی علامت ہے اور ویسے بھی جب انسان نیکی کا جذبہ لے کر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں برکت پیدا کر دیتا ہے اب اگر یہ جذبہ مخلوقِ خدا کی خدمت کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں اس انداز سے برکت ڈال دیتا ہے کہ یہ تھوڑا سامان بھی زیادہ افراد کے لیے کفایت کر جاتا ہے۔ اس حوالے سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

طعام الاثنين كافى الثلاثة وطعام الثلاثة كافى الاربعة[34]

دو افراد کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی۔

اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طعام الواحد يكفى الاثنين وطعام الاثنين يكفى الاربعة وطعام الاربعة يكفى الثمانية[35]

ایک شخص کا کھانا دو کیلیے کافی ہے، دو کا چار کے لیے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے۔

ان ساری تعلیمات کے مطابق واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں کوئی ضرورت مند باقی نہ رہے اور خاص طور پر معذور افراد جو کمانے کی اہلیت نہیں رکھتے ان کے لیے اس طرح کا اہتمام تو از بس ضروری ہے اور اس سلسلہ میں مذہب اور رنگ و نسل کی قید

سے آزاد ہو کر یہ سارا معاملہ دیکھنا ہو گا اور تمام باشندگانِ ریاست کی ضروریات پوری کرنا اس کا فرض منصبی ہو گا۔ اسی وجہ سے امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کا یہ فرمان سامنے آتا ہے جو انہوں نے اپنے عمال کو لکھا:

جعلت لهم ايماشيخ ضعف عن العمل اصابته أفة من أفات او غنيا فافتقر وصار اهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزية وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما اقام بدارالهجرة دارالاسلام[36]

میں طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی ضعیف ہو، کام نہ کر سکتا ہو یا کوئی آسمانی یا زمینی آفت اس پر آن پڑے یا ان میں سے کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اس کو خیرات دینے لگیں تو ایسے تمام افراد کا جزیہ معاف ہے اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل خانہ کی کفالت کی جائے گی جب تک کہ وہ دارالہجرۃ اور دارالاسلام میں اقامت پذیر ہوں۔

اس سے واضح ہوا کہ ناداروں اور بے سہارا افراد کی کفالت اسلامی ریاست اور اس کے باشندوں کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے اور اس مقصد کے لیے سرکاری سطح پر انتظامات سربراہِ مملکت کی ذمہ داری ہے اور اس مقصد کے لیے جن کے پاس وسائل موجود ہوں ان کو ان وسائل میں ایسے افراد کو بھی شامل کرنے کا کہا جائے گا جن کے پاس وسائل کی عدم دستیابی ہو۔ اس ذیل میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له قال فذكر من اصناف المال ما ذكر حتى راينا انه لا حق لاحد منا فى فضل[37]

جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد کھانا وہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس کھانا نہیں ہے، پھر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مال کی بہت سی اقسام جو بیان کرنا تھیں وہ کیں حتی کہ ہم نے محسوس کیا زائد مال میں ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے لٹے پٹے آنے والے مہاجرین صحابہ کہ جن کے لیے مدینہ کا علاقہ اجنبی تھا اور ان کے پاس نہ تو وسائل تھے اور نہ ہی کمائی کا ماحول تھا جبکہ اہل مدینہ انصار زراعت پیشہ، زمینوں اور باغات کے مالک تھے تو ایک انصاری صحابی نے آپ ﷺ کو ان وسائل کی تقسیم کا مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا:

اقسم بيننا و بين اخواننا النخيل[38]

(اے اللہ کے رسول ﷺ) ہمارے بعد ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان ان باغات کو تقسیم فرمادیں۔

اب انصار مدینہ کی کیا کیفیت تھی کہ حضرت سعد بن ربیع حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مہاجر صحابی کو اپنے گھر لے آئے اور کہنے لگے:

فاقسم لک نصف مالی وانظر ای زوجتی هويت نزلت لک عنها فاذاحلت فتزوجها[39]

میرا مال دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیں اور دیکھ لیجئے میری جو بیوی آپ کو پسند ہو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو اس کے ساتھ شادی کر لیجئے۔

یہی کیفیت تھی جس کو سراہتے ہوئے قرآن نے کہا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ[40]

بے شک وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے ایک دوسرے کی معاونت اور مدد کی یہی وہ لوگ جن میں سے بعض بعض کے دوست ہیں۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لئن بقیت لیبلغن الراعی بصنعاء نصیبه من هذا الفئ[41]

اگر میں زندہ رہا تو مال فئ میں سے (ہر مسلمان حتیٰ کہ) صنعاء یمن میں بسنے والے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچے گا۔

بلکہ محتاجوں اور ناداروں کے خیال رکھنے کے معاملہ کو مزید شدت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اما و الله لئن بقیت لا رامل اهل العراق لا دعنهم لا یفتقرون الی امیر بعدی[42]

بخدا اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیوگان کو اتنا خوشحال کردوں گا کہ میرے بعد کسی امیر کی محتاج نہ رہیں گی۔

تب ہی تو ان کا اعلان عام تھا کہ:

من اراد ان یسال عن المال فلیا تنی فان الله تعالی جعلنی له خازنا و قاسما[43]

اور جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ نے مجھے (اپنے مال کا) خزانچی اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔

سیدنا عمرؓ نے یہ سارے معاملات اپنے پیش رو سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے سیکھے تھے جو کہ بوڑھی اور نادار خاتون کے گھر جا کر کھانا تیار کر کے اس کو کھلاتے بھی ہیں اور اس کے گھر کی صفائی بھی کر کے آتے ہیں اور انہوں نے معاملات آپ ﷺ سے سیکھے کہ مدینہ کی ایک پاگل خاتون بھی آپ کو بلاتی ہے تو آپ ﷺ اس کا دل رکھنے کے لیے مجلس سے اٹھ کر اس کی بات سنتے ہیں اور مکی دور میں آپ ﷺ پر وحی کے نزول کے بعد ام المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کے وہ جملے تاریخ کا سرمایہ ہیں جو آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے آپ نے کہے تھے کہ آپ غریبوں مسکینوں کو خیال رکھنے والے ہیں۔

یہ سارے حقائق بتاتے ہیں کہ ناداروں اور محتاجوں کی تمام ضروریات کا خیال اور ان کی تشفی کے سامان کی فراہمی حاکم وقت کی ذمہ داری ہے اور یہی فلاحی ریاست کی ایک خاص پہچان ہے کہ وہاں کے معذور اور نادار بھی خوشحال نظر آئیں۔

۴۔لاوارث افراد کی کفالت

لاوارث افراد کی کفالت اسلامی فلاحی ریاست کا ایک اہم عنصر ہے اور اس کے بغیر کسی بھی ریاست کی ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔اسلامی تعلیمات اس حوالے سے اپنا اہم کردار ادا کرتی ہیں اور معاشرہ کو حقیقی معنیٰ میں انسانیت کی ہمدردی پر مشتمل معاشرہ بنانا چاہتی ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انا اولیٰ با لمومنین من انفسهم فمن توفی من المومنین فترک دینا فعلی قضاؤه ومن ترک مالا فلورثته[44]

میں مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کا حق دار ہوں لہٰذا مومنوں میں سے اگر کوئی وفات پا جائے اور قرض چھوڑ جائے تو میرے ذمے اس کی ادائیگی لازم ہے اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے۔

جب عمومی طور پر سربراہِ مملکت کی طرف سے یہ اعلان ہو رہا ہے تو پھر جو لاوارث ہو گا اس کی کفالت اور ضروریات زندگی کی فراہمی تو اسلامی ریاست کے حکمران پر بدرجہ اولیٰ لازم ہو گی۔ اس حوالے سے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

هل كان ذٰلک من خصائصه او يجب على ولاة الامر بعده والراجح الاستمرار[45]

کیا یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے یا پھر آپ ﷺ کے بعد آنیوالے حکمرانوں کے لیے بھی ہے لیکن ترجیح اسی مؤقف کو ہے کہ یہ حکم آپ ﷺ کے بعد آنے والے حکمرانوں کے لیے بھی ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ لاوارث فقراء، مساکین کی مالی معاونت وقت کے حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے اور آپ ﷺ کے سربراہ مملکت ہونے کی حیثیت سے یہ تعلیم قیامت تک زمامِ اقتدار سنبھالنے والوں کے کندھوں پر خدمتِ خلق اور غریب پروری کا فریضہ عائد کرنے کیلیے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا، ننگا یا ضروریات زندگی سے محروم ہے تو مالدار کے خاص مال میں سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔[46]

اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

الافكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته،الامام الذى على الناس راع و هو مسئول عنه رعيته[47]

خبردار تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگہبانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ وہ امام جسے لوگوں پر متعین کیا گیا ہو اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

چنانچہ جب مدینہ میں مسلمانوں کے لیے پانی کا مسئلہ بنتا ہے اور کسی کا یہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا تو عامۃ المسلمین کی اس مشکل کو حل کرنے کے لیے حضور ﷺ ایک اعلان کرتے ہیں کہ:

من يشترى بئر رومة فيجعل دلوه مع دلاء المسلمين بخير له منها فى الجنة[48]

جو شخص رومہ والے کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں اس سے کہیں بہتر کنواں عطا کرے گا۔

اسی طرح وہ مسافر جو کسی دوسرے علاقے میں جاتا ہے وہ ایک طرح سے وہاں لاوارث ہوتا ہے۔ تو ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سیدنا عمرؓ کے انتظامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن سعد لکھتے ہیں:

اتخذعمردارالرقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبيب وما يحتاج اليه يعين المنقطع به الصنف ينزل بعمر و وضع عمر فى طريق السبل ما بين مكة والمدينة ما يصلح من ينقطع به[49]

حضرت عمر نے لنگر خانہ/مسافر خانہ بنوایا جس میں آٹا، جو، کھجور، پنیر اور دیگر ضروریات کی چیزیں رکھوائیں جس سے آپ مسافروں اور مہمانوں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ نے مکہ مکرمہ و مدینہ کے درمیان راستے میں سرائیں بنوائیں جہاں مسافر آکر آرام کرتے تھے۔

یہی عمل آپ کے راتوں کو اٹھ کر گلیوں میں گشت کرنے کی صورت میں نظر آتا ہے تاکہ بے سہارا افراد کو ان کی ضروریات کا سامان ان کے گھروں تک پہنچایا جائے اور قیامت تک آنے والی نسل انسانیت کے حکمرانوں اور معاشرے کے خوشحال افراد کو ایک لائحہ عمل دیا کہ

بے سہارا اور نادار ولاوارث افراد کو ضرورت کا سامان ان کے گھروں تک پہنچایا جائے نہ کہ وہ امیروں اور صاحبِ ثروت افراد کے دروازوں پر گھنٹوں کھڑے رہیں اور اپنی بے بسی کا رونا روتے رہیں بلکہ اسلام کا یہ حکم ہے ان کی مدد اس انداز سے کی جائے کہ ان کو اپنی بے بسی کا احساس تک نہ ہو اسی لیے اسلام نے صاحب ثروت افراد کے مالوں میں ناداروں کے حق کی بات کرتے ہوئے فرمایا:

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم[50]

ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے۔

شبلی نعمانی اس حوالے سے حضرت عمرؓ کی حکمت عملی بلاذری اور یعقوبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

''اولاد لقطہ یعنی گمنام بچے جن کو مائیں شاہراہ وغیرہ پر ڈال جاتی تھیں، ان کے لیے سن ۱۸ھ میں یہ انتظام کیا کہ جہاں اس قسم کا کوئی بچہ ملے اس کے دودھ پلانے اور دیگر مصارف کا انتظام بیت المال سے کیا جائے۔ چنانچہ ان مصارف کے لیے اول سو درہم سالانہ مقرر ہوئے پھر سال بسال ترقی ہوتی جاتی تھی۔''[51]

معلوم ہوا کہ بے سہارا اور لاوارث افراد کی کفالت ایک فلاحی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے جس کا پورا کرنا وقت کے حکمرانوں پر لازم ہے تاکہ معاشرہ اور ملک وملت میں خوشحالی کا دور دورہ ہو اور حکمران کے لیے رعایا کی خوشحالی کے خیال کی ذمہ داری ایک ایسی ذمہ داری ہے جو کہ اس کو ہمہ وقت پریشان رکھتی ہے اور اپنوں کے ارمان بھی داؤ پر لگادیتی ہے۔ خلفائے راشدین کو جب پتہ چلتا کہ کہیں کوئی پریشان اور مفلسی کا شکار ہے تو خود پریشان ہو جاتے اور اس کے اس افلاس کو دور کرنے کا سامان کرتے۔ کیونکہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ واضح فرمان تھا:

مامن امّتی أحد ولی عن أمر الناس شيئا لم يحفظهم بما حفظه به نفسه وأ هله الاّ لم يرح رائحة الجنة[52]

میری امت میں سے کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا نگران بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اسطرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتا ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاکم وقت کا رعایا کی خوشحالی کے لیے پریشان رہنا ہی اس کی کامیابی نہیں بلکہ پوری رعایا کو اپنے گھر کے افراد کی طرح سہولیات فراہم کرنا یہ اصل کامیابی ہے اور یہ ستارہ تبھی چمکتا ہے جب ملک میں معاشی اعتدال قائم ہو اور جہاں امیر امیر سے امیر تر ہوتا جائے اور غریب دو وقت کی روٹی کو بھی ترسے اور محنت کے باوجود اس کے گھر والوں کی گذر اوقات نہ ہو تو وہاں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ معاشی بے اعتدالی ریاست کو ایک دن ذلت کی گہرائیوں میں اس انداز سے ڈال دے گی کہ صدیوں اس سے نکلنا مشکل ہو جائے اور یہ لاوارث افراد ہی اللہ کی رحمت اور حکمرانوں کی کامیابی کا اصل ذریعہ ہیں ان کی خوشحالی ریاست کی خوشحالی ہے اور ان کی بدحالی ریاست کی بدحالی کی علامت ہے۔

۵۔ ہنگامی حالات میں کفالت

اس دنیا میں حالات ہر وقت ایک جیسے نہیں رہتے بلکہ زندگی میں اتار چڑھاؤ ایک لازمی امر ہے کبھی خود انسان کے اپنے کسی عمل کی وجہ سے اور کبھی آفات سماویہ کے سبب ہنگامی حالات بن جاتے ہیں جن میں ضرورت سے بڑھ کر عوام کو قربانی بھی دینا پڑتی ہے اور ایسے حالات حاکم وقت کے لیے امتحان ہوتے ہیں۔ حکومتی سطح پر بہترین تدابیر کی وجہ سے ان حالات پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے اور لوگوں کو بروقت امداد بھی

فراہم کی جاسکتی ہے۔ سورۃ یوسف اس بہترین انتظام کی ایک اہم مثال ہے کہ قحط سالی میں لوگوں کو سہولت پہنچانے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کی کوشش قرآن کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ :

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ [53]

اس طرح آپ علیہ السلام نے غلہ لوگوں کے درمیان تقسیم کیا۔ امام جصاص رقم طراز ہیں کہ :

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے غلہ وخوراک کی حفاظت اور لوگوں میں ضرورت کے مطابق اس کی تقسیم کے جو امور بیان کیے ہیں اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہر دور میں سربراہان مملکت کو ایسے ہی اقدامات اٹھانے چاہئیں جب انہیں خوف ہو کہ لوگ قحط وغیرہ کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔"[54]

ایسے کٹھن حالات میں خوشحال عوام کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے ایثار کا مظاہرہ کریں اور قرآن نے ایسے حالات میں قربانی کی جو کیفیت بیان کی وہ اس طرح ہے کہ مومن اپنی ضرورت کو ثانوی اور مسلمان بھائی کی ضرورت کو اولین سطح پر رکھتا ہے قرآن نے فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [55]

اور ایسے حالت سے ہی نپٹنے کے لیے نبوی طریقہٗ ایثار یہ کہ اپنے وسائل میں دوسروں کو شریک کرنا شروع کردیا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ :

ان الاشعريين اذا ارملوا فى الغزو او قل طعام لهم بالمدينة جمعوا ما كان عند هم فى ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم فى اناء واحد بالسوية فهم منى وانا منهم [56]

جب دوران جنگ اشعریوں کا کھانا ختم ہو گیا یا مدینہ میں قیام کے دوران ان کے اہل وعیال کے لیے کھانا کم پڑ گیا تو انہوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا اسے ایک کپڑے یا ایک برتن میں جمع کیا پھر اسے آپس میں تقسیم کر دیا (اسی لیے) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اسی طرح حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور تین سو صحابہ سے متعلق روایت ہے کہ ان کا سامان خورونوش جب ختم ہونے لگا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر ہے وہ حاضر کرے اور سب کو یکجا کیا اور ان سب میں برابر تقسیم کرکے سب کو "قوت لایموت" کا سامان مہیا کردیا۔ [57]

اگر ملکی سطح پر دیکھا جائے تو National Disaster Management Cell پاکستانی عوام کو ایسے حالات میں متحرک ہو کر امدادی کارروائیاں فراہم کرتی ہے اور ملک کے کونے کونے میں لوگوں کو اشیائے صرف پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو ایسے حالات میں خدمتِ عوام کے جذبہ کی جگہ فوٹو سیشن اور تشہیری مہم زیادہ نمایاں نظر آتی ہے جس کی وجہ سے عملی طور امداد کے مستحقین تک امداد نہیں پہنچ پاتی۔ حقیقی معنوں میں فلاحی ریاست کے قیام کے لیے ایسے حالات میں جذبۂ ایثار کے ساتھ اگر حکومتی سطح پر کوشش ہو گی تو عوام بھی اس معاملہ میں پیش پیش نظر آئے گی اور مستحقین تک امداد بھی پہنچے گی جس سے بے خوفی کی فضا پیدا ہو گی اور ملک ترقی کی راہ پہ گامزن ہو گا۔

۶۔بے روزگاروں کے حق معاش کی کفالت

اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسان کے لیے معاش کے ذرائع پیدا کیے،اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ[58]

اور ہم نے تمہارے لیے اس زمین میں معاش کے سامان پیدا کیے۔

جب رزق کی ذمہ داری اس ذات کبریاء نے اپنے ذمے لی ہے تو انسان پر یہ لازم رکھا کہ وہ اس کے حصول کے حلال ذرائع اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر میں لکھا رزق بھی پائے اور اجر وثواب اور اس کا قرب بھی حاصل کر یے اور دوسری طرف آپ ﷺ نے گداگروں کی مذمت فرمائی اور اس کے مقابلے میں محنت کرنے والے کو سراہا اور اس کی اس محنت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اور محبت کا ذریعہ بنادیا۔

دورِ فاروقی میں بھی حق معاش کے حوالے سے بہت سے اقدامات کیے گئے اور لاکھوں افراد کو روزگار فراہم کیا گیا محکمہ آبپاشی قائم کیا گیا اور صرف مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور روزانہ سال بھر اسی کام میں لگے رہے اور تمام مصارف بیت المال سے ادا کیے گئے۔[59] اسی طرح آپ کے دور میں فوج اور پولیس کا مستقل محکمہ قائم ہوا اور فوجیوں اور پولیس والوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔[60] آپ ہی کے دور میں تمام مفتوحہ ممالک میں موذنین،ائمہ، معلمین،قراء اور فقہاء کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔[61]

اسی طرح اگر کوئی ان وسائل کی دستیابی سے محروم ہو تو اسلام ان کے لیے ایسے وسائل فراہم کرتا ہے جن سے ان کی ضروریات زندگی پوری ہوں اور اس کے لیے زکوٰۃ،عشر،فطرانہ،صدقہ وخیرات اور کفارات کا نظام فراہم کیا کہ جس کے ذریعے دولت کی گردش بھی ہوتی رہے اور لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں۔ملک پاکستان میں نظام زکوٰۃ وعشر وضع کرنے کے مقصد کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

"The prime objective of the collection of zakat and ushr, and disbursements there from is to assist the needy, the indigent and the poor."[62]

زکوٰۃ وعشر کی وصولی اور اس کی تقسیم کا بڑا مقصد ضرورت مند،محتاج اور غریب لوگوں کی مدد کرنا ہے۔

اور آئین پاکستان بھی بے روزگاری اور وسائل معاش کی فراہمی کے اقدامات کے بارے میں ریاست کے حکمرانوں کو یوں ہدایت کرتا ہے:

(a) Secure the wellbeing of the people, irrespective of sex, caste, creed or race, by raising their standard of living, by preventing the concentration of wealth and means of production and distribution in the hands of a few to the detriment of general interest and by ensuring equitable adjustment of rights between employers and employees and landlords and tenants.
(b) Provide for all citizen, within the available resources of the country, facilities for work and adequate livelihood with reasonable rest and leisure.
(c) Provide for all persons employed in the service of Pakistan or otherwise, social security by compulsory social insurance or other means.
(d) Provide basic necessities of life, such as food, clothing, housing, education and medical relief, for all such citizens, irrespective of sex, caste, creed or race as are

permanently or temporarily unable to earn their livelihood on account of infirmity, sickness or unemployment.

(e) Reduce disparity in the income and earnings of individuals including persons in the various classes of the service of Pakistan.

(f) Eliminate riba as early as possible.[63]

(الف) لوگوں کی بہتری کو یقینی بنانا قطع نظر جنس، ذات اور نسل کے ان کے معیارِ زندگی کو بڑھانے کے ذریعے، دولت، پیدائش وصرف کے ذرائع کے تحفظ کی طرف توجہ دینا کہ چند افراد کے ہاتھوں میں دولت مفاد عامہ کے نقصان میں ہے اور اسی طرح مالک اور ملازمین کے درمیان اور زمین مالکان اور مزارعین کے درمیان مناسب طریقے سے مالی امور کو طے کرنے کو یقینی بنانا۔

(ب) تمام شہریوں کو میسر ذرائع ملک میں رہتے ہوئے مناسب آرام کے ساتھ مناسب ضروریاتِ زندگی کے لیے مناسب سہولیات مہیا کرنا۔

(ج) تمام افراد کو پاکستان کی خدمات میں روزگار دینا یا دیگر ذرائع سماجی تحفظ کو لازمی سماجی انشورنس یا دیگر ذرائع مہیا کرنا۔

(د) زندگی کی بنیادی ضروریات فراہم کرنا۔ جیسے کھانا، کپڑا، رہائش، تعلیم اور صحت کی سہولیات تمام شہریوں کے لیے قطع نظر جنس، ذات، نسل کے جو مستقل طور پر یا عارضی طور پر اپنی معذوری، بیماری یا بے روزگاری کی وجہ سے اپنی ضروریات زندگی کمانے کے قابل نہیں ہیں۔

(ای) آمدنی اور افراد کی کمائی کے مابین تفاوت میں کمی کرنا بشمول پاکستان کے اندر مختلف سطح کی خدمات دینے والے افراد کے۔

(ایف) سود کو ختم کرنا جس قدر جلدی ممکن ہو سکے۔

روزگار اور وسائل کی یہ فراہمی صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ اسلامی ریاست میں بسنے والے ہر شہری کا، چاہے وہ جس بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، حق قرار دیا گیا ہے۔ آئینِ پاکستان میں اس انداز سے کی گئی ہے کہ

"The state shall safeguard the legitimate rights and interests of minorities, including their due representation in the Federal and Provincial Services.[64]

ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق و مفادات بشمول ان کی وفاقی اور صوبائی خدمات میں مناسب نمائندگی کا تحفظ کرے گی۔

اور پھر تمام باشندگان ریاست کے نجی معاملات کی دیکھ بھال کی ضمانت آئین پاکستان میں یوں دی گئی کہ:

"The state shall protect the marriage, the family, the mother and the child."[65]

ریاست شادی، خاندان، ماں اور بچے کو تحفظ دے گی۔

حاکمِ وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیت المال کو لوگوں کی امانت سمجھ کر اس سے ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس مقصد کے لیے انھیں دربدر کی ٹھوکریں اور ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ بلا روک ٹوک ان کی حاجت کے مطابق ان کو سامانِ زیست فراہم کیا جائے۔ چنانچہ سیدنا عمر کا یہ اعلان عام تھا:

ومن أرادأن يسأل عن المال فليأ تنى فان الله جعلنى خازنا وقاسما[66]

جو مال مانگنا چاہے وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے مال کا تقسیم کرنے والا اور خزانچی بنایا ہے۔

آپ اس مقصد کے لیے اپنے گورنروں کو اکثر ہدایات بھی جاری فرماتے رہتے تھے رعایا کو سہولیات اور بنیادی ضروریات کا سامان ان کے گھروں تک پہنچا کر اپنی ذمہ داری کو پورا کیا جائے اور کوئی کسی کا محتاج نہ رہے۔

اس ساری بحث سے ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ریاست میں لوگوں کی کفالت ہے اور ان کی ضروریات پوری ہورہی ہیں اور حاکمِ وقت خود دردِ دل اور توجہ کے ساتھ ان کے مسائل حل کرنے پر لگا ہوا ہے، معاشی بے اعتدالی کا خاتمہ وہ اپنی منزل اور لوگوں کو خوشحال بنانا اپنا مقصد بنالیتا ہے تو معاشرہ معاشی بے اعتدالیوں سے نکل کر چھینا جھپٹی کی لعنت سے چھٹکارا پا سکتا ہے اور ایسے معاشرے میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا جس سے معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ ملک پاکستان اگر بدامنی اور تنزلی کا شکار ہے تو اس میں اہم سبب وسائل کی تقسیم میں تفاوت اور لوگوں کے اندر احساس محرومی ہے اور آئے دن ان پر ناجائز ٹیکسز کی بھرمار ہے تو وہاں خوشحالی کا خواب دیکھنا بے وقوفی ہے کیونکہ شاہ ولی اللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

> ''شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حکام کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وری پر بھاری ٹیکس عائد کرتے ہیں اور ان کی وصولی کے لیے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا استحصال کرڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور بغاوت اختیار کر لیتے ہیں۔ تمدن کی اصلاح خفیف لگان اور ضرورت کے مطابق محافظین سے ہوتی ہے۔[67]

اگر عوام کا خیال رکھنے کی بجائے الٹا ان پر ٹیکسوں کی بھرمار کر دی جائے تو وہاں خوشحالی نہیں آئے گی بلکہ عوام کے اندر حکمرانوں کے خلاف بد اعتمادی اور بغاوت کی فضاء پیدا ہوتی ہے اور جو حکمران رعایا کی بہبود کا خیال رکھتے ہیں ان کی عوام ان پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے اور وہ معاشرہ حقیقی معنوں میں فلاحی معاشرہ بن جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ترکی، ساؤتھ افریقہ اور ملائیشیا کی مثالیں حکمرانوں کے لیے ایک واضح مثال ہیں کہ عوام کی بہبود کا خیال رکھنے والی حکومت کو دوام ملتا ہے اور اس کے دور میں ریاست ترقی بھی کرتی ہے اور دنیا میں اس کا نام بھی بنتا ہے اور یہی جدید قانون کا قاعدہ بھی ہے کہ :

"Regard for the public welfare is the highest law."[68]

عوام الناس کی بہبود کا خیال رکھنا سب سے اعلیٰ قانون ہے۔

اسی اعلیٰ قانون میں انسانیت کی فلاح ہے اور اسی میں ریاست کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ عوام الناس کی کفالت اور بہبود کی ذمہ داری ادا کیے بغیر کوئی ریاست ترقی کی منزل طے نہیں کر سکتی اور نہ ہی بام عروج تک پہنچ سکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن الکریم ۲۲:۴۱۔

[2] حکیم محمود احمد ظفر، **معیشت واقتصاد کا اسلامی تصور**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۶ء)، ص۱۹۹۔

[3] ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر، **مختار الصحاح**، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، الدار النموذجیۃ، ۱۹۹۹ء)، ج۱، ص۱۷۳۔

[4] سید شریف جرجانی، **کتاب التعریفات**، (مصر: مطبعۃ الخیریۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۰۶ھ)، ص۸۰۔

[5] سلیمان بن احمد طبرانی، **المعجم الکبیر**، (مصر: مکتبۃ ابن تیمیۃ، ۱۴۱۵ھ)، رقم الحدیث: ۷۵۱۔

[6] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب رحمۃ الله، (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)، رقم الحدیث: ۶۰۱۱۔

[7] القرآن الکریم ۲: ۲۱۹۔

[8] القرآن الکریم ۱۰۷: ۴۔۷۔

[9] القرآن الکریم ۸: ۶۷۔

[10] مسلم بن حجاج خراسانی، **الجامع الصحیح**، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن)، رقم الحدیث: ۲۵۸۰۔

[11] محمد بن جریر طبری، **تاریخ الرسل والملوک**، (بیروت: دار التراث، ۱۳۸۷ھ)، ج ۳، ص ۵۸۴۔

[12] عبدالرحمن بن علی المعروف بابن جوزی، **مناقب عمر بن الخطاب**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س۔ن)، ص ۶۱۔

[13] ابو بکر احمد بن حسین بیہقی، **السنن الکبریٰ**، کتاب الفرائض، باب ترجیح قول زید بن ثابت علی قول غیرہ من الصحابة رضی الله عنهم فی علم الفرائض، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ)، رقم الحدیث: ۱۲۱۸۹۔

[14] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، **الجامع**، ابواب الزهد عن رسول اللهﷺ، باب ما جاء فی الزهادة فی الدنیا، (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۹۵ھ)، رقم الحدیث: ۲۳۴۱۔

[15] القرآن الکریم ۱۷: ۳۱۔

[16] القرآن الکریم ۶: ۱۵۱۔

[17] امام احمد بن محمد بن حنبل، **مسند**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ)، رقم الحدیث: ۴۸۸۰۔

[18] القرآن الکریم ۷: ۲۶۔

[19] القرآن الکریم ۱۶: ۸۰۔

[20] القرآن الکریم ۲۲: ۴۰۔

[21] القرآن الکریم ۶۵: ۶۔

[22] علی بن احمد المعروف بابن حزم، المحلیٰ، (بیروت: دار الفکر، س۔ن)، ج ۶، ص ۱۶۴۔

[23] القرآن الکریم ۹۶: ۱۔

[24] القرآن الکریم ۲۰: ۱۴۔

[25] محمد بن یزید المعروف بابن ماجہ، **السنن**، المقدمة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س۔ن)، رقم الحدیث: ۲۲۹۔

[26] شاہ ولی اللہ، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، (کراچی: قرآن محل، س۔ن)، ج ۱، ص ۳۶۔

[27] The constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, Article 25-A, p. 14.

[28] Article 31, p. 15.

[29] شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی، **معجم البلدان**، باب الحاء والضاد ومایلیها (بیروت: دار صادر۔ س۔ن)، ج ۲، ص ۲۷۲۔

[30] Article 38, p. 16.

[31] Mental Health Ordinance:2001, Section 3(7), p. 10.

[32] القرآن الکریم ۵: ۲۔

[33] القرآن الکریم ۲: ۳۔

[34] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاطعمة، باب الواحد یکفی الاثنین، رقم الحدیث: ۵۰۷۷۔

[35] مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الا شربة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، رقم الحدیث: ۲۰۵۹۔

[36] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، باب فی الکنائس والبیع والهلبان (بیروت: دار المعرفة)، ص ۱۴۴۔

[37] مسلم،**الجامع الصحیح**،کتاب اللقطة،باب استحباب المواساة بفضول المال،رقم الحدیث:۱۷۲۸۔

[38] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الزرعة،باب اذاقال اکفنی مئوونةالنخل،ج۲،ص۸۱۹،رقم الحدیث:۲۲۰۰۔

[39] ایضاًکتاب البیوع،باب ما جاء فی قول الله تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض-----والله خیر رازقین،رقم الحدیث:۲۰۴۸۔

[40]۔القرآن الکریم۸:۲۷۔

[41] ابویوسف،کتاب الخراج،ص۲۵۔

[42] ایضاً ص۴۰۔

[43] بیہقی،**السنن الکبری**،رقم الحدیث:۱۱۹۴۹۔

[44] بخاری،**الجامع الصحیح**،باب قول النبیﷺ من ترک کلا او ضیاعا فالی،رقم الحدیث:۵۳۷۱۔

[45] احمد بن علی بن حجر عسقلانی،**فتح الباری شرح صحیح البخاری**،(بیروت:دارالمعرفة، ۱۳۷۹)،ج۱۲،ص۱۰۔

[46] ابن حزم،**المحلیٰ**،کتاب الزکوٰة،ج۴،ص۲۸۳۔

[47] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الاحکام،باب قول الله تعالی اطیعوالله،ج٦،ص۲٦۱۱،رقم الحدیث:۷۱۹۔

[48] ترمذی،**السنن**،کتاب المناقب،باب فی مناقب عثمانؓ،ج۲،رقم الحدیث:۳۷۰۳۔

[49] محمد بن سعد،**الطبقات الکبری**،(بیروت:داربیروت للطباعة والنشر،۱۳۹۸ھ)،ج۳،ص۲۸۳۔

[50] القرآن الکریم۵۱:۱۹۔

[51] شبلی نعمانی،**الفاروق**،(لاہور:مکتبہ رحمانیہ)،ص۳۱٦۔

[52] سلیمان بن احمد طبرانی،**المعجم الاوسط**،(مصر:دارالحرمین)،رقم الحدیث:۷۵۹۴۔

[53] القرآن الکریم۱۲:۴۷۔

[54] ابو بکر بن مسعود الکاسانی،**بدائع الصنائع**،،کتاب النفقة،(بیروت:دار لکتب العلمیة،۱۴۱۸ھ)،ج۵،ص۱۱۴۔

[55] القرآن الکریم۵۹:۹۔

[56] بخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الشرکته،باب اشرکته فی الطعام،رقم الحدیث:۲۳۵۴۔

[57] ابن حزم،**المحلیٰ**،باب المزکاته،ان الله فرض علی الا غنیاء ما یکفی الفقرا،ج۴،ص۲۸۳۔

[58] القرآن الکریم۱۵:۲۰۔

[59] شبلی نعمانی،**الفاروق**،ص۲۱٦۔

[60] ایضاًص۲۲۷۔

[61] ایضاًص۲٦٦،۲۷۲۔

[62] Zakat and Ushr Ordinance, 1980, p. 3.

[63] Article 38, p. 16.

[64] Article 36, p. 15.

[65] ایضاً۔

[66] بیہقی،**السنن الکبریٰ**،کتاب الفرائض،باب ترجیح قول زید بن ثابت علی قول غیره من الصحابة رضی الله عنهم فی علم الفرائض،رقم الحدیث:۱۲۱۸۹۔

[67] شاہ ولی اللہ،**حجة الله البالغة**،باب ۲۳سیاستِ مدن،اردو ترجمہ عبدالحق حقانی،(دارالاشاعت،کراچی)،ص ۷۹۔

[68] Hebert Broom, ***Legal Maxims***,(London:Sweet and Maxwell LTD. 1939), p. 1.